متبحر عالم دین، بے باک مناظر، عظیم محقق و ناقد، بے نظیر فقیہ، بے مثال متکلم و خطیب، دور اندیش مفکر
ماہر تعلیم، قادر الکلام شاعر، ممتاز مصنف و قلم کار، اعلیٰ پایہ کے منتظم اور مخلص عالمی داعی و مبلغ

علامہ ارشد القادری

ایک ہشت پہلو شخصیت



محسن رضا ضیائی
(پونے، مہاراشٹر)

ناشر
ضیائی مشن، پونے

متبحر عالم دین، بے باک مناظر، عظیم محقق و ناقد، بے نظیر فقیہ، بے مثال متکلم و خطیب، دوراندیش مفکر ماہر تعلیم، قادر الکلام شاعر، ممتاز مصنف و قلم کار، اعلیٰ پایہ کے منتظم اور مخلص عالمی داعی و مبلغ

علامہ ارشد القادری

ایک ہشت پہلو شخصیت

مصنف

محسن رضا ضیائی

(پونے، مہاراشٹر)

ناشر

ضیائی مشن، پونے

کتاب کا نام	علامہ ارشد القادری: ایک ہشت پہلو شخصیت
مصنف	محسن رضا ضیائی، پونے
تعدادِ صفحات	۴۴
تعدادِ اشاعت	۵۰۰
نظرِ ثانی	مولانا طفیل احمد مصباحی
کمپوزنگ	ضیائی گرافکس، پونے
سن اشاعت	۱۵/صفر المظفر سنہ ۱۴۴ھ/۳۰/جولائی سنہ ۲۰۲۶ء
قیمت	۳۰
ناشر	ضیائی مشن، پونے

ملنے کا پتہ

ضیائی مشن، لوہیا نگر، گنج پیٹھ، پونے

9921934812/9545149395

Mohsinrazaziyai@gmail.com

اِنتساب

اپنے اُن اساتذۂ کرام کے نام جن کی تعلیم و تربیت ہی کی بدولت کچھ لکھنے پڑھنے کا شعور عطا ہوا۔

اور

اپنے والدین کریمین کے نام، جن کی محنت و کاوش کے نتیجے میں تعلیم و تربیت کا یہ قافلہ منزل بہ منزل آگے بڑھتا رہا۔

فہرستِ مضامین

حرفِ آغاز

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ایک جامع کمالات اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ جماعتِ اہلِ سنت میں آپ کا علمی و دینی مقام نہایت بلند اور نمایاں تھا۔ آپ نے دینی، علمی، ادبی، تحقیقی، تنقیدی، فکری، اصلاحی اور تعمیری میدانوں میں گراں قدر خدمات انجام دے کر ایک روشن اور تابناک تاریخ رقم کی۔ مختلف شعبہ ہائے حیات سے وابستہ رہتے ہوئے آپ نے ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دیے، جن کی اہمیت اور افادیت آج بھی مسلم ہے۔ خصوصاً مناظرہ اور قلم وقرطاس کے میدان میں اپنی مثال آپ تھے۔

آپ کی قوتِ استدلال، وسعتِ مطالعہ، علمی بصیرت اور نوکِ قلم نے مخالفین کو بھی آپ کے علمی مقام کا اعتراف کرنے پر مجبور کیا۔ مسلکِ اہلِ سنت کے تحفظ اور قوم وملت کی رہنمائی و نمائندگی کے لیے آپ نے جو زریں اور ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں، وہ پوری جماعت کے لیے باعثِ افتخار ہیں۔

بلاشبہ، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جیسی ہمہ گیر، باکمال اور عہد ساز شخصیتیں صدیوں میں کبھی کبھار پیدا ہوتی ہیں۔ بقولِ علامہ اقبالؔ:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کی تہہ دار شخصیت پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ پی ایچ ڈی اور ایم فل کے تحقیقی مقالے بھی لکھے جا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی اہلِ علم وقلم نے متعدد کتب و رسائل تحریر کر کے آپ کی شخصیت کے پُراسرار پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور آپ کی دینی،

علمی اور قلمی خدمات کے مختلف گوشوں کو منظرِ عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔

زیرِ نظر کتاب بھی ان ہی کتب و رسائل میں سے ایک ہے، جو علامہ کے شخصی و علمی پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔

اس کتاب میں علامہ کی ہشت پہلو شخصیت کے متعدد گوشوں کو ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے، جن میں خاص طور سے علامہ بحیثیتِ استاذ و معلم، بحیثیتِ مقرر و خطیب، بحیثیتِ قلم کار، بہ حیثیتِ قائد، بہ حیثیتِ مناظر، بہ حیثیتِ شاعر، بہ حیثیتِ داعی و مبلغ اور بہ حیثیتِ بانی و مؤسس جیسے اہم گوشے شامل ہیں۔

دراصل یہ ایک طویل مقالہ تھا، جو پہلی مرتبہ ماہ نامہ ''اشرفیہ'' کے اکتوبر ۲۰۱۸ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد قائدِ اہلِ سنت علیہ الرحمہ کے پچیسویں عرس کے اہم موقع پر، ۲۰۲۶ء میں سہ ماہی ''جامِ کوثر''، دہلی کے ''علامہ ارشد القادری نمبر'' میں بعض اضافوں کے ساتھ شائع ہوا اور اب یہ مزید اضافوں کے ساتھ کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

امید ہے کہ قارئینِ کرام اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں گے اور راقم السطور کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

اخیر میں عرض ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی غلطی در آ گئی ہو تو ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔ ان شاء اللہ! آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔

محسن رضا ضیائی، پونے

۵ر صفر المظفر ۱۴۴۸ھ بمطابق

پونے، مہاراشٹر

تقریظ

خطیب ایشیاو افریقہ،خلیفۂ حضورتاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج

مفتی محمد اطہر حسن ضیائی صاحب قبلہ

دار العلوم رحمت عالم، فاطمہ ہاؤسنگ سوسائٹی، شری رام پور ضلع احمد نگر، مہاراشٹر

حضور قائد اہلِ سنت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے کام کی بنیاد پر پوری دنیا میں جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی دینی ،علمی ،ادبی فکری، مذہبی، مسلکی ،اور ملی خدمات کو آج بھی اہلِ علم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کی ذات انقلابی اور آپ کی فکر آفاقی تھی ،جس جانب رخ فرماتے وہاں کا نقشہ ہی بدل جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ کے سینے میں جو دل تھا وہ ہروقت دین کی بقا،سنیت کی حفاظت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کے لیے دھڑکتا رہتا تھا۔ وہ دین کے لائق وفائق سپاہی اور مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے ترجمان تھے۔

بڑی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ فاضل گرامی ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا محسن رضا ضیائی صاحب قبلہ کی تصنیف کردہ کتاب (علامہ ارشد القادری: ایک ہشت پہلو شخصیت) عرس قائدِ اہلِ سنت کے موقع پر منظر عام پر آرہی ہے۔

فاضل مصنف ذی علم، باصلاحیت اور خوش اخلاق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک

اچھے اور پختہ قلم کار بھی ہیں۔آپ کی قلمی خدمات کو علمی اور ادبی حلقے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔آپ نے حضور قائد اہلِ سنت علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کے مختلف گوشوں کو بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ جمع کیا، جو یقیناً ایک قابل قدر کارنامہ ہے۔

اللہ ربّ العزت حضرت فاضل مرتب کی اس حسین کاوش کو قبول فرمائے اور دارین کی برکتوں سے نوازے۔

آمین یارب العالمین بحرمة سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بیسویں صدی کا دور مذہبی، اعتقادی اور سیاسی اعتبار سے بڑے انتشار و اختلاف کا دور رہا ہے، جس میں ہندوستانی مسلمانوں کو کئی مسائل اور نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ جہاں ان کا سیاسی جبر واستحصال کیا گیا وہیں ان کے دین وایمان پر بھی شب خون مارا گیا۔ ایسے دورِ نازک میں ان کا کوئی پُرسانِ حال نہیں تھا، جو ان کی دینی، شرعی اور سیاسی طور پر رہنمائی ونمائندگی کرے۔

اہل سنت وجماعت کی یہ خوش نصیبی رہی کہ اللہ رب العزت نے ایسے اختلاف واضطراب کی بڑھتی آندھی کو روکنے، دین وسنیت کی حفاظت، قوم وملت کی قیادت اور بد مذہبوں کے باطل افکار ونظریات کی جڑوں کو کاٹنے کے لیے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ (متوفیٰ ۲۰۰۲ء) کو شرف ورود بخشا۔

ولادت:

آپ نے ۵/مارچ ۱۹۲۵ء کو سید پورہ، ضلع بلیا (یوپی) کے ایک دینی وعلمی گھرانے میں آنکھ کھولی ہوئی۔ اپنی ابتدائی تعلیم گھر ہی میں رہ کر حاصل کی، جہاں آپ کو دینی و اسلامی ماحول میسر آیا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور تشریف لیے گئے اور وہاں مسلسل ۸/سال تک عظیم محدث ومربی، حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مرادآبادی ثم مبارکپوری علیہ الرحمہ (بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) کی

شاگردی و رہنمائی میں علوم وفنون کی تکمیل کی۔ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے ۱۹۴۴ء میں سندِ فراغت حاصل کر کے ملک کے طول وعرض میں خدمتِ دین وسنیت ومسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں انہماک وخلوص کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے اہم امور میں مصروف رہے۔

نام ونسب:

مناظرۂ رشیدیہ کے مصنف مصطفیٰ رشید (۱۰۸۴ھ) کی مناسبت سے آپ کا اصل نام غلام رشید پڑا، جس کے بعد آپ نے شعر وشاعری کا بھی سلسلہ شروع کیا، جس میں وزنِ شعری کا لحاظ کرتے ہوئے ارشد تخلص کیا، اور پھر قادری سلسلے میں بیعت ہونے کی وجہ سے پورا نام ارشد القادری مشہور ہو گیا اور آپ اسی قلمی نام سے جانے گئے۔

آپ ایک سوال کے جواب میں اپنے نام، لقب اور تخلص کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میرے والد مولانا شاہ عبداللطیف صاحب نے بتایا کہ جب میں پیدا ہوا تھا تو مجھے ام الصبیان ہو گیا تھا یعنی میرے ہاتھ پاؤں بالکل اکڑ گئے اور جسم کا خون بالکل منجمد ہو گیا، میری آواز ختم ہو گئی اور میں مرنے کے بالکل قریب ہو گیا تو میرے والد ماجد مولانا شاہ عبداللطیف صاحب رشیدی جو سلسلہ رشیدیہ میں حضرت علامہ آسی غازی پوری علیہ الرحمہ سے مرید تھے، اس سلسلے میں ایک جید عالم دین اور بزرگ صفت شخصیت حضرت مولانا مصطفی رشید گزرے ہیں جن کی مشہور زمانہ تصنیف ''مناظرۂ رشیدیہ'' ہے، والد صاحب فرماتے ہیں کہ جب میری ایسی حالت ہو گئی تو میں نے تمہیں حضرت سرکار

مصطفیٰ رشید کی غلامی میں دے دیا اور انہی سے منسوب کر کے تمہارا نام غلام رشید رکھ دیا، پھر میں نے قلبی توجہ کے ساتھ عرض کیا کہ حضور! میں نے اسے آپ کی غلامی میں دے دیا ہے، اب آپ اس کی حفاظت فرمائیں۔ اس کے بعد میں بالکل اچھا ہو گیا۔

میرا نام تو غلام رشید ہے، لیکن میرے عہدِ طالب علمی میں جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں طلبہ کے درمیان ایک مشاعرہ ہوا، یہ دیکھنے کے لیے کہ کس طالب علم میں قوت شعر وسخن ہے اور کتنی ہے، اس میں ایک مصرع طرح دیا گیا اور مشاعرہ کی ایک تاریخ مقرر ہو گئی، اس مصرع پر سبھی طلبہ طبع آزمائی کرنے لگے، انہیں دیکھ کر مجھے بھی شوق ہوا کہ میں بھی اس میں کچھ حصہ لوں، چناں چہ میں نے بھی چند اشعار لکھے، اشعار تو لکھ لیے لیکن اس وقت تک میں نہیں جانتا تھا کہ تخلص کیا چیز ہوتی ہے۔

ساتھیوں کی آپس میں گفتگو سے پتہ چلا کہ اشعار میں تخلص بھی ہونا چاہیے، اس وقت مطلع، قوانی اور ردیف کا علم ہوا اور ساتھ ہی تخلص کا بھی۔ اس وقت عروض سے واقفیت نہیں تھی، اس لیے تغنی کے ذریعے یعنی گنگنا کر ہم نے شعر کا وزن قائم کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میدان کے تمام مبتدی اسی طرح سے اپنے اشعار کا وزن قائم کرتے ہیں، بہر حال اس مشاعرہ کے لیے سب کچھ تو ہو گیا لیکن جب میں مقطع پر آیا تو غلام رشید وزن میں ہی نہیں آ رہا تھا تو پھر میں نے کوشش کی کہ رشید بیٹھ جائے لیکن وہ بھی وزن میں نہیں بیٹھ رہا تھا۔ پھر میں نے ارشد کے ساتھ کوشش کی تو وہ وزن میں آ گیا، پھر یہ کہ ارشد حضرت مصطفی رشید علیہ الرحمہ کے صاحبزادے کا نام تھا، میں نے سوچا کہ

کیوں نہ ارشد تخلص رکھ لیا جائے تا کہ والد اور صاحبزادے دونوں کی برکتوں سے استفادہ کروں، لہذا میں نے اپنا تخلص ارشد رکھ لیا، یہ تخلص مشہور ہوتا گیا اور مشہور ہوتے ہوتے اتنا ہوا کہ غلام رشید چھپ گیا''۔

(ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی، از خوشتر نورانی، ص:۹ تا ۱۰)

بیعت وخلافت:

خلیفۂ اعلیٰ حضرت حضور صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اور سرکار پٹنہ حضرت فدا حسین رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔

بانیِ مساجد و مدارس کثیرہ، قائد اہل سنت، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ایک انقلاب آفریں، ہمہ جہت اور عالم گیر شخصیت کے مالک تھے۔

آپ ایک متبحر عالم دین، بے باک مناظر، بلند پایہ محقق، بے نظیر فقیہ، بے مثال متکلم وخطیب، دور اندیش مفکر، ماہر تعلیم، قادر الکلام شاعر، ممتاز مصنف وقلم کار، عظیم مصلح اور اعلیٰ پایہ کے منتظم ہونے کے ساتھ ساتھ داعیانہ فکر و کردار کے حامل اور متحرک وفعال مبلغ اسلام تھے۔

احقاقِ حق وابطال باطل آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ اللہ پاک نے آپ کو ان گنت علوم وفنون، صلاحیت واستعداد اور قابلیت سے نوازا تھا۔ مزید یہ کہ آپ گونا گوں اوصاف

ومحاسن کے مالک بھی تھے۔ ہمہ وقت دینی، علمی، تبلیغی، ملی، سماجی اور تعمیری ورفاہی کاموں میں مستعد وسرگرم عمل رہتے۔ آپ کی پوری زندگی زہد وتقویٰ، اتباع شریعت، اورحق پر ثبات قدمی سے عبارت رہی۔ ایک طویل عرصے تک آپ درس وتدریس سے بھی وابستہ رہے۔ بعدازاں تذکیر وموعظت، تصنیف وتالیف اور علمی، فکری اور اصلاحی خطابات سے رشتہ استوار رکھا۔

نہایت انہماک وخلوص کے ساتھ پوری زندگی دین وسنیت، تصوف وطریقت اور اہلِ سنت کے قدیم ومتوارث عقائد ونظریات کی ترویج واشاعت کا فریضہ بطریقِ احسن انجام دیتے رہے۔ بے شمار مساجد ومکاتیب اور جامعات وتنظیمات کے آپ روح رواں اور بانی ہیں، جو آپ کی مستعدی اور بیدارمغزی کا ایک کھلا اور بین ثبوت ہے۔ ماضی قریب کی تاریخ میں جماعت اہلِ سنت میں تعمیری ورفاہی سرگرمیوں اور کارکردگیوں کے لحاظ سے آپ سرفہرست ہیں۔

مولانا محمد ابوالکلام احسن القادری لکھتے ہیں:

''حضرت علامہ مدظلہ العالی کی عالم گیر شخصیت سے کون واقف نہیں، آپ مسند درس وتدریس کے بادشاہ بھی ہیں تو اقلیم صحافت کے تاجدار بھی، بحر خطابت کے غواص بھی ہیں تو میدان مناظرہ کے شہسوار بھی، جماعت اہل سنت کے علم بردار بھی ہیں تو قوم وملت کے عظیم مفکر بھی، محفل شعروسخن کے میر مجلس بھی ہیں تو بزم تصنیف وتالیف کے مسند نشین بھی، اپنوں کے لیے شبنم کے قطروں کی طرح نرم بھی ہیں تو گستاخان رسالت وولایت

کے لیے کوہ آتش فشاں بھی، نا قابل تسخیر جرأت و ہمت کے حامل بھی ہیں تو ایثار و قربانی کے کوہ گراں بھی، مشائخ علما کے ممدوح بھی ہیں تو خطبا اور اہل قلم کے رہنما بھی، غرض کہ آپ جملہ اوصاف حمیدہ کے جامع اور گونا گوں خصوصیات کے حامل ہیں، فرد واحد میں بہت ساری خوبیوں کا جمع ہو جانا یہ کوئی بعید از عقل نہیں۔

(جامِ نور کا رئیس القلم نمبر، ص: ۳۴-۳۵)

اِس اقتباس سے علامہ کی بلند قامت اور ہمہ گیر شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اپنی ذات میں ایک سراپا انجمن تھے، جنہوں نے اپنی انفرادی اور ہمہ گیر کوششوں سے دین وسنیت اور قوم وملت کو ہر شعبے میں بے پناہ فائدہ پہنچایا۔

بہ حیثیتِ استاذ و مربی:

آپ ایک بہترین استاذ اور تربیت ساز بھی تھے، جو طلبہ کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ اُن کی دینی واخلاقی تربیت بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا طریقۂ تدریس اور اندازِ تربیت اِس قدر دل نشیں ہوا کرتا تھا کہ پڑھایا ہوا درس سبقاً سبقاً ذہن میں اُترتا چلا جاتا تھا۔ آپ کی تدریس کی شہرت پورے ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ تشنگانِ علوم کا قافلہ دور دراز علاقوں سے جوق در جوق آکر آپ کی درسگاہِ بافیض میں حاضر ہوتا اور سیرابی علم کر کے لوٹتا۔

مولانا شارق جمال ناگپوری آپ کے ناگپور میں دورانِ قیام کا واقعہ لکھتے ہیں کہ:

اپنے زمانے کے اِسی دینی علوم کے واحد مرکز جامعہ عربیہ اسلامیہ میں حضرت

علامہ ارشد القادری دامت برکاتہم العالیہ، مدرسہ جامعۃ الاشرفیہ سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد ۱۹۴۳ء میں تشریف لائے۔ اوراسی مدرسے میں اپنی معلمانہ خدمات کا مبارک سلسلہ شروع فرمایا کہ ان دنوں مذکورہ دینی ادارے میں طالبان علم دین کی آمد کا سلسلہ کثرت کے ساتھ شروع تھا۔ علم دین کے حاصل کرنے کی ایک لہر تھی جس کے تحت طلبہ کھینچے چلے آرہے تھے اور روز افزوں یہ تعداد بڑھ رہی تھی۔ اطراف کے علاقے کے علاوہ دور دراز کے علاقوں سے بھی جامعہ عربیہ اسلامیہ میں داخلے کے لیے علم دین کے طالبوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔

(ماہ نامہ جامِ نور کا رئیس القلم نمبر، ص: ۱۳۳ تا ۱۳۴)

آپ کا تدریسی سفر ۱۹۴۵ء تا ۲۰۰۱ء جاری رہا، جہاں آپ نے درس وتدریس کے شعبے میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ پہلے آپ نے جامعہ عربیہ اسلامیہ، گانجہ کھیت، ناگپور اور مدرسہ اسلامیہ، مومن پورہ، ناگپور میں بہ حیثیتِ مدرس فرائض انجام دیے، بعدہ جمشید پور تشریف لا کر فیض العلوم کے نام سے دین وسنیت اور نونہالانِ قوم و ملت کے لیے ایک عظیم دینی قلعہ قائم فرمایا۔ جہاں طویل عرصے تک طلبہ کو قال اللہ وقال الرسول کا درس دیا۔ آپ کے خرمنِ علم وفیض سے خوشہ چینی کرنے والے طالبانِ علومِ نبویہ کی تعداد تقریباً آٹھ ہزار ہیں، جو آج اہم اور علمی منصبوں پر فائز المرام رہے ہیں۔ خاص طور سے حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ العزیز آپ کے ایسے شاگرد ثابت ہوئے ہیں، جنہوں نے اپنے استاذ ومربی کے نقوشِ قدم پر چلتے ہوئے کئی

اہم دینی شعبوں میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔ یہ سب آپ کی تدریسی مہارت اور با فیض تربیت کا نتیجہ ہے۔

بحیثیتِ مقرر و خطیب:

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ایک بے مثال مقرر اور خطیب بھی تھے، جن کی خطابت حساس اور سلگتے موضوعات پر ہوا کرتی تھی۔ جس طرح آپ قلم و قرطاس کی دنیا کے ایک بادشاہ تھے، اسی طرح دنیاے خطابت میں بھی آپ کا کوئی جواب نہیں تھا۔ نپی تلی زبان اور سنجیدہ و باوقار انداز آپ کی تقریر کا خاص وصف تھا، جو خواندہ و ناخواندہ دونوں طبقوں کے لیے یکساں مفید ہوتی تھی۔ خاص طور سے اپنی تقاریر میں دین وسنیت اور قوم وملت کو درپیش مسائل اور چیلنجز کو پیش کرتے اور ان کا نہایت ہی جامع اور معقول حل پیش فرماتے تھے۔

آپ کی بے شمار تقاریر ہیں، جن سے اِس نتیجے پر پہنچا جاسکتا ہے کہ آپ کے اندر جو دینی وملی درد تھا، آپ کبھی تحریروں کے ذریعے تو کبھی تقریروں کے ذریعے اس کا اظہار کیا کرتے تھے، تاکہ قوم آپ کے جذبات واحساسات کو سمجھے اور تعمیر وترقی کے کاموں میں آپ کا ساتھ دے۔

آپ نے دعوت وتبلیغ اور وعظ وتقریر کی غرض سے اندرونِ ملک کے علاوہ کئی ممالک کا دورہ بھی کیا، جہاں آپ کی حساس موضوعات پر تقاریر ہوئیں، جن سے بڑے بڑے انقلابات رونما ہوئے۔

آپ کی تقریر شستہ، سلیس اور عمدہ پیرایہ بیان میں ہوا کرتی تھی، جس میں بلا کی جاذبیت اور تاثیر ہوتی تھی، جو بیک وقت سامع کے دریچہ ذہن میں اتر جاتی تھی۔

یہاں آپ کی تقریر کی سحر انگیزی کی ایک جھلک ملاحظہ کریں:

''حضرات ! یہ تفصیلات معلوم کر کے عقلائے عالم کی طرح آپ بھی حیران ہوں گے کہ ایک جہانِ نو کی تخلیق کی طرح اسلام کی اشاعت و تحفظ کے یہ سارے انتظامات اتنی قلیل مدت میں کیوں کر وجود میں آگئے۔ سیکڑوں انواع و اصناف کے خانوں میں تقسیم ہونے والے ان طبقات کا گہرا مطالعہ کیجیے تو آپ پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ ایک نظام سلطنت کی طرح یہ سارا ساز و سامان صرف اس لیے وجود میں لایا گیا تا کہ دنیا میں اسلام کو ہمیشہ بالا دستی حاصل رہے۔

حضرات! دنیا کے دانش وروں سے پوچھیے کہ اسباب و علل کی بنیاد پر واقعات کو جانچنے والی عقل کیا اس گتھی کو سلجھا سکتی ہے کہ وہ عرب جو صدیوں سے کفر و شرک، فواحش و منکرات اور طرح طرح کی وحشت و درندگی میں ڈوبا ہوا تھا وہ پلک جھپکتے اندر سے باہر تک کیوں کر بدل گیا۔

یہ صحیح ہے کہ اخلاقی برائیوں سے کسی فرد یا جماعت کا تائب ہو جانا قطعاً کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ اس طرح کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں لیکن یہ بات معجزے کی حد تک ضرور حیرت انگیز ہے کہ ملک کا ملک اپنا آبائی مذہب بدل دے۔ قبیلے کا قبیلہ اپنی خاندانی روایات سے منحرف ہو جائے، قوم کی قوم اپنے اس عقیدے

سے تائب ہو جائے جس پر وہ پیدا ہوئی تھی اور جسے اپنے آبا و اجداد سے اس نے ورثے میں پایا تھا۔ اور تبدیلی کا ردعمل بھی اتنے بیکراں جذبے کے ساتھ وجود میں آئے کہ پرانے دین کا ایک ایک نشان جب تک مٹ نہ جائے قرار نہ ملے"۔

(علامہ ارشد القادری کی ایک ولولہ انگیز تقریر، مکتبہ جامِ، ص: ۱۲ تا ۱۳)

جن لوگوں نے آپ کے پُر مغز خطابات سماعت کیے ہیں، وہ اِس بات کے گواہ ہیں کہ جس طرح آپ کی تحریریں دل پذیر ہوا کرتی تھیں، اسی طرح آپ کے خطابات بھی متاثر کن اور اثر پذیر ہوا کرتے تھے، جو سامعین کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا کرتے تھے۔

یہاں اِس بات کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ آپ موجودہ روایتی جلسوں کے بے حد مخالف تھے اور ہمہ وقت اِس بات کے لیے کوشاں رہتے تھے کہ ان کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال کو سنوارا جائے، ان کا نظم و نسق بہتر کیا جائے اور انہیں قوم و ملت کے لیے نفع بخش بنایا جائے۔

آپ بے مقصد جلسوں کے بارے میں اکثر فرمایا کرتے تھے:

"ان جلسوں نے ہمیں جِلایا بھی ہے اور مارا بھی ہے"۔

(عرفانِ مذہب و مسلک، اشاعتِ جدید مع اضافہ مفید، ص ۱۱۹)

اسی لیے آپ ہمیشہ روایتی اور فرسودہ جلسوں اور پروگراموں سے دوری بنایا کرتے اور با مقصد جلسوں میں ضرور شرکت فرمایا کرتے تھے۔

حاصل یہ کہ بہ حیثیت خطیب و مقرر آپ نے دین و سنیت کی عظیم خدمات انجام

دیں، جہاں گئے وہاں لوگوں کے اندر ایمانی قوت اور دینی حمیت پیدا کی۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر اپلوڈ آپ کی دینی، علمی، اصلاحی اور فکر انگیز تقاریر کو سن کر آپ کے بے مثال خطیب ہونے کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آپ بحیثیتِ قلم کار:

رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ قلم و قرطاس کی دنیا کے ایک ایسے گوہرِ آبدار تھے،، جو کئی دہائیوں تک تصنیف و تالیف اور ادب و صحافت کے افق پر جگمگاتے رہے۔

اپنے قلمی سفر کے بارے میں اپنی خود نوشت سوانح ''ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی میں'' آپ فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ جب چھٹی ہوئی تو میں گھر گیا، ان ہی دنوں محلے کی ایک مسجد جس میں میرے والد نماز پڑھایا کرتے تھے، وہاں ایک میلاد رکھا گیا، محلے والے میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اس میلاد کا اعلان لکھ دو، میں نے پوسٹر کی شکل میں جلسے کا اعلان لکھ دیا، چوں کہ ان دنوں پریس اتنا ترقی یافتہ نہیں تھا، چھاپہ خانہ کلکتہ میں تھا اور کچھ چھپوانے کے لیے وہاں جانا پڑتا تھا، اس اعلان کے لکھتے وقت میں نے دو رنگ کی روشنائی استعمال کی، سرخ اور سبز اور عبارت آرائی بھی خوب ڈھنگ سے کی تھی ،اس پوسٹر کو محلے والوں نے مسجد میں منبر کے پاس دیوار پر چسپاں کر دیا، جب میرے والد صاحب نماز پڑھانے آئے تو ان کی اس پوسٹر پر نظر پڑی تو انہوں نے قریب جا کر اسے پڑھا، پوسٹر کی خوش خطی اور خوبصورت عبارت پر وہ حیران رہ گئے۔ آخر یہاں ایسا

لکھنے والا کون ہے؟ پھر سے پوچھا کہ یہ پوسٹر کس نے لکھا ہے؟ تو کسی نے بتایا کہ آپ کے چھوٹے مولوی صاحب نے تو لکھا ہے۔ وہ بہت خوش ہوئے، وضو کر رہے تھے کہ میں وہاں پہنچ گیا۔ انہوں نے مجھ سے حیرت سے پوچھا کہ یہ تم نے لکھا ہے؟ میں نے کہا، ہاں! انہوں نے پھر پوچھا کہ مضمون کس نے بنایا؟ میں نے کہا کہ ہم ہی نے بنایا ہے، یہ سن کر انہوں نے کہا واہ ماشاء اللہ اور پھر خوب دعائیں دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں قلم کی طاقت اور اس کی خوبی عطا فرمائے، تقریباً وضو کرنے کے بعد تین چار منٹ تک وہ دعا فرماتے رہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت باب اجابت کھلا ہوا تھا اور میرے والد کی دعا قبول ہوگئی، مجھے اس کے بعد سے ہی لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔

(ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی، ص ۲۲ تا ۲۳)

والدِ محترم کی دعائے سحر گاہی اور آپ کی محنت و جاں فشانی ہی کا نتیجہ تھا کہ زمانے نے آپ کو رئیس القلم بنتے دیکھا اور آپ نے قلم و قرطاس کی ایسی لاج رکھی کہ مختلف موضوعات وعنوانات پر بے پناہ خامہ فرسائی فرمائی۔ متعدد کتب و رسائل آپ کی قلمی صلاحیت اور ادبی مہارت کے شاہدِ عدل ہیں، جن میں زلزلہ، زیر و زبر، لالہ زار، دعوت انصاف، تبلیغی جماعت، جماعتِ اسلامی، تعزیراتِ قلم، علماے دیوبند اور مسئلۂ ختمِ نبوت، تفسیرِ ام القرآن، لسان الفردوس (عربی)، نقشِ کربلا، دہلی سے سہارن پور کا سفر اور آیئے حج کریں وغیرہ شامل ہیں۔

اِن درج بالا کتب میں سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت زلزلہ، زیروزبر اور

جماعتِ اسلامی کو حاصل ہوئی، جو اپنی شستہ، سلیس زبان، عمدہ اسلوب اور معیاری تحریر کی وجہ سے علمی و ادبی حلقوں میں اپنا منفرد مقام رکھتی ہیں۔ آپ کی ان ہی کتابوں نے جہاں باطل حلقوں میں کہرام مچایا تو وہیں سنی حلقوں میں ایمان و عقیدے کی روح پھونکنے کا کام انجام دیا۔

چناں چہ تاجدارِ مارہرہ حضرت سید شاہ حیدر حسن میاں برکاتی علیہ الرحمہ اہلِ باطل کے خیموں میں ہلچل مچا دینے والی آپ کی تحریروں کے متعلق لکھتے ہیں:

''جامِ نور کے اسلوبِ تحریر اور طرزِ استدلال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ کفر کو تڑپا تڑپا کر قتل کرتا ہے، لیکن قلم کی تلوار پر خون کا ایک دھبا بھی نظر نہیں آتا ہے''۔

(بزبانِ حکایت، ڈاکٹر غلام زرقانی، ص:۸)

آپ نے ملک کے مختلف علاقوں سے اپنی ادارت اور نگرانی میں کئی رسائل و جرائد بھی جاری فرمائے، جن کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

(۱) پندرہ روزہ ''جامِ کوثر'' کلکتہ

(۲) ماہ نامہ ''جامِ نور'' کلکتہ

(۳) پندرہ روزہ ''شانِ ملت'' پٹنہ

(۴) ماہ نامہ ''رفاقت'' پٹنہ

(۵) ماہ نامہ ''جامِ نور'' دہلی

ڈاکٹر خوشتر نورانی فغانِ درویش کے پیشِ لفظ میں لکھتے ہیں:

’’حضرت علامہ نے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز بیسویں صدی کے ساتویں دہائی سے کیا اور بساط صحافت عملی طور پر ایک دہائی کے اندر لپیٹ دی ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء کے درمیان انہوں نے کئی رسالے نکالے جن میں کلکتہ سے جام نور اور جام کوثر اور پٹنہ سے رفاقت اور شان ملت، قابل ذکر ہیں۔ ان میں اول الذکر دو رسالوں کی انہوں نے براہ راست ادارت ونگرانی فرمائی اور موخر الذکر رسالوں کی صرف نگرانی فرماتے رہے‘‘۔

(فغانِ درویش، ترتیب: ڈاکٹر خوشتر نورانی، ص:٦)

یہ شمارے آپ کی قلمی وصحافتی خدمات کی اہم یادگاریں ہیں، جو میدانِ صحافت میں تہلکہ خیز ثابت ہوئیں۔

اِس کے علاوہ آپ نے متعدد کتب پر پیش لفظ اور مقدمے بھی تحریر فرمائے۔ آپ کی ان تصنیفات وتالیفات کے اپنے تو اپنے اغیار بھی معترف ہیں۔ دیو بند سے شائع ہونے والے ماہ نامہ تجلی کے مدیر مولانا عامر عثمانی نے آپ کی مایۂ ناز کتاب ’’زلزلہ‘‘ پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ کی علمی صلاحیت اور ادیبانہ تحریر کا اعتراف کیا۔ اسی طرح مولانا مودودی اور جماعتِ اسلامی پر نقل واستدلال کی روشنی میں لکھی گئی کتاب ’’جماعتِ اسلامی‘‘ پر مولوی ابواللیث نے خوب جم کر قصیدہ خوانی کی۔

مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی آپ کی قلمی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کے اندر اسلامی فکر بیدار کرنے کے لیے اپنی قلمی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ فرمایا۔ آپ نے مسلم سماج کے سلگتے ہوئے

مسائل کو ہی اپنا موضوع سخن بنایا۔ مردہ قلوب واذہان میں اسلام کی حقیقی اسپرٹ بیدار کرنے میں اپنی تمام تر جدوجہد کو مصروف رکھا۔

(ماہ نامہ جامِ نور کا رئیس القلم نمبر، ص: ۱۲۲)

یقیناً آپ نے ایسے حساس اور سلگتے ہوئے مسائل وموضوعات کو صفحۂ قرطاس کی زینت بنایا، جن پر برسوں سے خاموشی اور تاریکی کے دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ آپ کے تحریر کردہ کتب ورسائل کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دلائل وبراہین سے پُر اور ادبی حلاوتوں سے بھرپور ہیں، جن سے اہلِ باطل جواب دینے میں بغل جھانکتے ہیں اور جواب نہ بن پڑنے پر بے بنیاد الزامات عائد کرتے ہیں۔

ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب آپ کی پُرکشش اور جاذبِ نظر تحریروں کے بارے میں رقم طراز ہیں:

علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ صاحب طرز ادیب تھے۔ ان کی نگارشات دل آویز ہوتیں اور حوالوں سے مزین بھی۔ دل ودماغ دونوں کے لیے کشش رکھتیں اور ایک خاص خوبی یہ کہ دوست بھی مائل اور دشمن بھی قائل۔ وہ اپنے قاری کو تنہا نہ چھوڑتے بلکہ اپنے ساتھ لے کر چلتے پھر اپنا بنا لیتے۔ یقین نہ آئے تو ان کی مشہور زمانہ تصانیف زلزلہ، زیروزبر تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی وغیرہ دیکھ لیں۔ انہوں نے میدان صحافت میں بھی اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوالیا۔ جام نور، جام کوثر، رفاقت اور شان ملت نام کے رسالے اس کی روشن مثالیں ہیں۔

(شخصیات، از علامہ ارشد القادری، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۷ء ص: ۶)

علامہ کا قلم ایسا رواں دواں تھا، گو یا سیلاب کی موجیں جو رکنے کا نام نہیں لیتیں۔ آپ نے مختلف موضوعات پر خوب لکھا اور آئندہ نسلوں کے اندر اپنی قلمی وفکری وراثت منتقل کر کے حیاتِ جاودانی کی طرف رخصت ہو گئے، جس سے قیامت تک نسلیں مستفیض و مستنیر ہوتی رہیں گی۔

آپ بحیثیتِ قائد:

آپ ایک دور اندیش مفکر اور قوم وملت کا درد رکھنے والے ایک عظیم قائد بھی تھے، جنھوں نے آپسی چپقلش اور گروہی کشمکش کے نازک حالات میں امتِ مسلمہ کی جو قیادت وسرپرستی فرمائی ہے وہ تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔آپ اٹھنے والے فتنوں اور پیش آنے والے واقعوں کے دوررس نتائج کا اندازہ لگا لیتے اور اسی کے مطابق مثبت اقدامات فرماتے۔آپ کے عہد کے بڑے بڑے علما اور دانشوران نے آپ کی اسی مفکرانہ اور قائدانہ شخصیت کا لوہا مانا ہے۔

آپ کے اندر قوم وملت کے تئیں اس قدر جذبات واحساسات جاں گزیں تھے کہ ہمیشہ جماعتی اور ملی اختلاف وانتشار سے دور رہتے اور علما ومشائخ میں اتحاد وصلح کے لیے حتی المقدور کوشش فرماتے۔آپ دین وسنیت میں کسی بھی طرح کا فساد وفتنہ برداشت نہیں کرتے ، بلکہ فوراً ہی اس کا تدارک فرماتے۔آپ اپنے استاذِ مکرم جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت الشاہ عبدالعزیز مرادآبادی ثم مبارک پوری علیہ الرحمہ کے اس قول ''اتحاد زندگی ہے اور اختلاف موت'' کی سچی عملی تصویر تھے۔

آپ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں:

’’میرے پاس فکر و شعور اور علم و فن کی جو بھی پونجی ہے وہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے علمی فیضان اور روحانی توجہ اور ان کی مستجاب دعاؤں کی برکت ہے اور ان کی دلنواز شفقت و رحمت نے میری فکر کو بالیدگی اور میری زبان کو گویائی اور میرے قلم کو مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی کا شرف بخشا اور ان کی فکری تربیت کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ باطل قوتوں سے مجھے لڑنے کا جذبہ عطا ہوا‘‘۔

(تذکرہ رئیس لقلم، از مفتی عطاء المصطفیٰ، ص:۲)

اِن بلند افکار و خیالات کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کے مزاج و طبیعت میں بس کام، بس کام، بس کام، اتنا رچا بسا تھا کہ آپ اس سے ہٹ کر کچھ کرنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اگر آپ جماعتی سطح پر اہلِ سنت و جماعت کی سربرآوردہ شخصیات کو اپنے مزاج سے جداگانہ پاتے تو بے باکانہ طور پر ان کا محاسبہ فرماتے۔

چناں چہ آپ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان ازہری علیہ الرحمہ کو لکھے گئے اپنے ایک خط میں دردِ سنیت و کربِ ملت کا کچھ اس طرح اظہار فرماتے ہیں:

’’آپ سے ملاقات کو ایک عرصہ ہوگیا اور اس کی وجہ ہے کہ ہم لوگوں کے درمیان جماعت کی مشترک ضرورتوں کے تحت اتفاق سے اسٹیج پر ملاقات بھی ہوگئ تو بات علیک سلیک اور مزاج پرسی سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ آپ گہرائی میں اتر کر سوچیے کہ دس بارہ کروڑ افراد کی جماعت جن لوگوں کی سربراہی میں ملک کے اندر سوادِ اعظم کی

حیثیت رکھتی ہو، اسے باعزت طور پر زندہ رکھنے کے لیے اس جماعت کے سربراہوں پر جلسہ اور پیری مریدی سے آگے بھی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

آدمی تنہا ہو تو ایک ذات کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، لیکن جن لوگوں کے ساتھ لاکھوں اور کروڑوں افراد کا قافلہ ہو، انہیں اپنے قافلے کو زندہ رکھنے کے لیے کتنے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ بات کسی دانشور سے مخفی نہیں۔ لیکن میں کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ بریلی سے لے کر کچھوچھہ تک، جبل پور سے مبارک پور اور بمبئی تک، اہلِ سنت کے سارے علما اور مشائخ (اِلا ماشاءاللہ) صرف جلسہ وجلوس اور پیری مریدی کے اسیر ہو کر رہ گئے۔ کوئی بھی اس رخ پر نہیں سوچ رہا ہے کہ ہمارے داخلی اور خارجی مسائل کیا ہیں؟ طاقت ور دشمنوں کے بیچ میں ہماری مسجدیں، ہمارے مدرسے اور ہماری درسگاہیں کیوں کر محفوظ رہیں گی''؟

(ماہ نامہ جامِ نور کا رئیس القلم نمبر، ص ۲۲۱، ۲۲۲)

آپ کے اس خط سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جماعتِ اہلِ سنت کی خاطر آپ کے جذبات واحساسات اور نیک عزائم کتنے بلند تھے جو سب کچھ کر گزرنے کا حوصلہ اور جذبہ رکھتے تھے۔ گویا آپ نے ہر محاذ اور ہر موڑ پر پر قوم وملت کی فکری، اعتقادی اور عملی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ قدرت نے آپ کو وہ صلاحیت واستعداد بخشی تھی کہ آپ ہر امنڈنے والے سیلاب کی لہروں کو پہلے ہی بھانپ جاتے تھے اور قوم کو اس کے درپیش نتائج وخطرات سے آگاہ کر دیتے تھے۔ چناں چہ جامِ نور فروری ۱۹۶۹ء

کے اداریہ میں آپ نے نہایت ہی درد خیز انداز میں جن خدشات وخطرات کی طرف اشارہ کیا تھا، وہ ملاحظہ فرمائیں:

''جی چاہتا ہے کہ آج کھل کر اہل سنت کے عوام وخواص کو اپنے درد وکرب کا نالۂ شب گیر سناؤں۔ آنکھوں کی نیند اگر اڑ جائے تو مجھے معذور رکھیں گے۔ یوں بھی چوٹ کھائے ہوئے انسان سے درد کی بیتابی کے سوااور کسی بات کی توقع بھی نہیں رکھنی چاہیے۔

ایک عرصہ سے چیخ رہا ہوں کہ زندہ رہنا ہے تو سوچنے اور برتنے کا انداز بدلنا ہوگا۔ فولاد کی تلوار کا زمانہ ختم ہو گیا اب قلم کی تلوار سے معرکہ سر کیے جا رہے ہیں۔ پہلے کسی محدود رقبے میں کفر وضلالت کی اشاعت کے لیے سالہا سال کی مدت درکار ہوتی تھی اور اب پریس کی بدولت صرف گھنٹوں میں شقاوتوں کا ایک عالم گیر سیلاب امنڈ سکتا ہے۔

ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھیے! آج ہندوستان کا ہر فرد قلم کی توانائی اور پریس کے وسائل سے کتنا مسلح ہو چکا ہے۔ اتنا مسلح کہ اس کی یلغار سے ہمارے دین کی سلامتی خطرے سے دوچار ہوتی جا رہی ہے۔

بلکہ میں بعض ایسی بھی جماعتوں کی نشاندہی کر سکتا ہوں جن کے وجود کا کوئی سر رشتہ ماضی میں نہیں ملتا لیکن اس اجنبیت کے باوجود صرف قلم کے وسائل کے بل پر وہ روے زمین پر طوفانوں کی طرح پھیلتی جا رہی ہیں اور ان کا اجنبی لٹریچر سیکڑوں برس کی قابل اعتماد تصنیفات کو نہایت تیزی کے ساتھ پیچھے چھوڑتا جا رہا ہے۔ فکری استحکام کے بغیر کوئی

جماعت بھی طوفان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

پریس ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ فتنہ صبح کو جنم لیتا ہے دوپہر تک جوان ہو جاتا ہے اور شام ہوتے ہوتے آبادیوں کے لیے ایک دردناک آزار بن جاتا ہے۔

ان حالت میں جب کہ باطل پرستوں کی یلغار تیز سے تیز تر ہوتی جارہی ہے ہم خفتگان شب غفلت کی نیند اور گہری ہوتی جارہی ہے۔ ہمارے یہاں نکتہ چینی کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ البتہ تعمیری ذہن رکھنے والے افراد بہت کم ہیں۔ اجتماعی محاذوں پر جو لوگ کام کر رہے ہیں ان سے پوچھے کہ کتنی کٹھنائیوں سے انھیں گزرنا پڑتا ہے"۔

(جام نور، فروری ۱۹۶۹ء)

اِس اداریے کو پڑھ کر واقعی یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے اندر کس قدر دین وسنیت اور قوم وملت کی تڑپ تھی، جو کبھی تحریر وتقریر کے ذریعہ تو کبھی خطوط کے ذریعہ جگانے کی شعوری کوشش کرتے رہتے تھے۔ کاش! اُس وقت ملت نے علامہ کی باتوں پر کان دھرا ہوتا اور ان کے مشن میں ہاتھ بٹایا ہوتا تو آج اہلِ سنت و جماعت کے حالات مختلف ہوتے۔ اس قدر شیرازہ منتشر نہ ہوتا بلکہ ہر طرف تعمیری، فکری اور انقلابی سرگرمیوں اور کاموں کی دستک سنائی دیتی۔

اِس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ آپ ایک باہمت اور حوصلہ مند انسان تھے، جو ہر طرح کے مصائب ومشکلات کا ہمہ وقت سامنا کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ آپ کی زندگی میں بے شمار نشیب وفراز بھی آئے، نہ جانے کتنی پرخار وادیوں اور مشکل گزار

گھاٹیوں کو آپ نے طے فرمایا لیکن آپ کے پایۂ استقامت میں ذرہ برابر بھی لغزش نہیں آئی۔ ہر طرح کی مصیبتوں اور صعوبتوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ سہتے رہے لیکن کبھی بھی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے۔ لاکھ آفتوں اور طوفانوں کے وقت وحالات میں بھی آپ نے قوم کا ساتھ نہ چھوڑا، بلکہ ہر وقت دینی، سماجی، ملکی اور سیاسی محاذوں پر مظلوموں کی آواز بنے اور ان کے مسائل کے لیے صدائے حق بلند کی۔ یہیں وہ تمام چیزیں تھیں، جن کی وجہ سے اہل سنت وجماعت کی سربرآوردہ شخصیات نے آپ کو ایک عظیم لقب ''قائد اہلِ سنت'' سے نوازا۔

آپ بحیثیتِ مناظر:

آپ ہر میدان کے ماہر وشہسوار تھے۔ خاص طور سے مناظرہ آپ کی دلچسپی کا میدان تھا۔ اِس شعبے میں تو آپ منفرد المثال اور یکتائے روزگار کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ ایسے متین وسنجیدہ مناظر تھے کہ لاکھ جذبات واحساسات کے عالم میں بھی اپنے حریف سے اس قدر تہذیب وشائستگی کے ساتھ علمی بحثیں کرتے اور دلائل وبراہین کے وہ انبار لگا دیتے کہ فریقِ مخالف زیر ہو جاتے اور شکست وہزیمت ان کا مقدر بن جاتی۔ آپ نے کئی ایک مناظرے کیے اور سبھی میں فتح وکامرانی نے جھک کر آپ کے قدموں کو چوما۔ مناظروں میں آپ کی کامیابی کا راز آپ کی سنجیدہ گفتگو، حاضر دماغی، علمی، تحقیقی اور عقلی جوابات میں مضمر تھا۔

آپ کئی ایک مناظروں میں بحیثیت مناظر تشریف لے گئے اور سب ہی میں

فاتحانہ شان وشوکت اور اہلِ سنت و جماعت کی سرخروئی کیساتھ لوٹے۔ کچھ مناظرے آپ کی مناظرانہ شخصیت اور علمی وجاہت کی یادگار ہیں، جن میں خاص طور سے کٹک چھپرا، امراؤتی، مندسور اور دھنباد وغیرہ شامل ہیں۔

اِن مناظروں کی مختصر روداد یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

(۱) پہلا مناظرہ: کٹک (اڑیسہ) میں مولوی عبداللطیف نعمانی کے ساتھ ''حفظ الایمان'' کی متنازع عبارت کے موضوع پر منعقد ہوا۔

(۲) دوسرا مناظرہ: چھپرا (بہار) میں مولوی عبدالسلام لکھنوی کے ساتھ ''سلام و قیام'' کے مسئلے پر ہوا۔

(۳) تیسرا مناظرہ: ضلع امراوتی (مہاراشٹر) میں مولوی ارشاد احمد، مبلغ دارالعلوم دیوبند، کے ساتھ تبلیغی جماعت کے موضوع پر منعقد ہوا۔

(۴) چوتھا مناظرہ: بولیا، ضلع مندسور (راجستھان) میں مولوی ارشاد دیوبندی کے ساتھ ''حفظ الایمان'' کی عبارت کے موضوع پر ہوا۔

(۵) پانچواں مناظرہ: ضلع دھنباد (موجودہ جھارکھنڈ) میں مولوی طاہر گیاوی کے ساتھ منعقد ہوا، جس میں دونوں مکاتبِ فکر کے اکابرین سے متعلق اعتقادی مباحث زیرِ بحث آئے۔

(۶) چھٹا مناظرہ: کٹک (اڑیسہ) میں منعقد ہوا، جہاں مخالف فریق نے متعدد مرتبہ اپنا مناظر تبدیل کیا، تاہم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ ہر مرحلے میں اپنے

موقف پر قائم رہے اور اہلِ سنت کی نمائندگی کرتے رہے۔

یہ مناظرے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی علمی استعداد، مناظرانہ مہارت، استدلال کی قوت اور دعوتی خدمات کے اہم مظاہر شمار کیے جاتے ہیں۔ مختلف دینی حلقوں میں انہیں آپ کی علمی جدوجہد اور مسلکی دفاع کے نمایاں واقعات کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

آپ بحیثیتِ شاعر:

جس طرح آپ کی مقناطیسی شخصیت کے کئی ایک نمایاں پہلوں ہیں، ان ہی میں سے ایک شاعری بھی ہے، جس میں آپ نے بھرپور طبع آزمائی فرمائی اور ایک اچھے اور بہترین شاعر بھی کہلائے۔

اپنے آغازِ شاعری کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''میری شاعری اس وقت نکھری جب جامعہ اشرفیہ کی دوسری منزل کا چندہ مبارکپور میں ہونے لگا، مبارکپور میں چندہ کرنے کا رواج بڑا دلچسپ تھا، وہاں چندہ کرنے کے لیے نظمیں پڑھی جاتی تھیں، ایک ایک گھر کے دروازے پر حافظ ملت، جامعہ کے اساتذہ اور طلبہ کھڑے ہو جاتے تھے اور چندے کی رجزیہ نظمیں پڑھی جاتی تھیں، خاص طور پر حافظ ملت جب نکلتے تھے تو اس کا خاص اور بڑا گہرا اثر پڑتا تھا، اس موقع پر میں بھی خوب نظمیں لکھا کرتا تھا، اس وقت کچھ اس طرح کی نظمیں لکھی جاتی تھیں:

ہم اپنا مال و زر نذر تمنا کرکے چھوڑیں گے
تمام اغیار کو محو تماشا کرکے چھوڑیں گے
تمہیں ہم قیس کی مانند شیدا کرکے چھوڑیں گے
ہم اپنے مدرسے کو رشک لیلی کرکے چھوڑیں گے
مبارکپور کا روشن ستارا کرکے چھوڑیں گے

ایک دن میری نظم بھی کافی مؤثر ہوگئی اور خوب چندہ ہوا، یوں سمجھ لیجیے کہ روپے برسنے لگے، ایک دو اشعار اس میں ایسے تھے کہ لوگ اس کو بار بار پڑھواتے اور خوب نعرے لگاتے ،نعرہ تکبیر، اللہ اکبر،نعرہ رسالت ، یارسول اللہ، اس وقت حافظ ملت پر بھی ایک عجیب رقت طاری ہوگئی ، جب مقطع پڑھا گیا تو اس میں ارشد کا نام آیا، حافظ ملت نے پوچھا کہ یہ ارشد کون ہے؟ کسی نے کہا کہ وہ غلام رشید ہے،فرمایا کہاں ہے؟ بلاؤ، میں قریب ہی اپنی نظم سننے کے لیے کھڑا تھا، (ہنستے ہوئے) خیر میں آیا تو حضرت نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور انعام بھی دیا،جس سے اور بھی اشتیاق بڑھا مگر یہ بالکل ایک ضمنی چیز تھی، گویا یہ میرا اوڑھنا بچھونا نہیں بنا‘‘۔

(ارشد کی کہانی اشدکی زبانی،ص:۱۱ تا ۱۲)

آپ کی شاعری کا آغاز تو نہایت ہی کم عمری میں ہوالیکن وہ عمر کی بنسبت جلدی جوان ہوگئی اور یوں دنیائے شعروسخن میں آپ ایک قادرالکلام شاعر کے طور پر متعارف ہو گئے۔

آپ کی شاعری اچھے افکار و تخیلات سے پر ہوتی تھی۔ ''اظہارِ عقیدت'' جو آپ کا مجموعہ کلام ہے اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طرزِ شاعری اور اندازِ فکر دگر شعرا سے منفرد ہے۔ آپ مکمل طور پر عشق و وارفتگی میں ڈوب کر نعتیہ اشعار لکھتے تھے، جس کی وجہ سے آپ کے کلام میں ایک طرح کے درد و کرب کی سی کیفیت صاف جھلکتی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ آقا نبی کریم ﷺ سے آپ کو کس قدر والہانہ عشق تھا۔

یہاں آپ کے نعتیہ کلام کے چند اشعار بہ طور نمونہ پیشِ خدمت ہیں، ملاحظہ فرمائیں: ؎

بہر دیدارِ مشتاق ہے ہر نظر دونوں عالم کے سرکار آجایئے
چاندنی رات ہے اور پچھلا پہر دونوں عالم کے سرکار آجایئے

شامِ غربت ہے اور شہر خاموش ہے ایک ارشدؔ اکیلا کفن پوش ہے
خوف کی ہے گھڑی وقت ہے پُر خطر دونوں عالم کے سرکار آجایئے

(اظہارِ عقیدت، ص: ۴۵: مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

ان کی دہلیز پہ رکھ دو تو جبیں بھر نہ اٹھے
عالمِ شوق میں ایسا کوئی سجدہ ہوجائے

دیکھئے ڈوب ہی جائے نہ بے چارہ ارشدؔ
اب تو سرکار مدینہ سے اشارہ ہوجائے

(اظہارِ عقیدت، ص: ۴۸: مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

اپنے مستوں کی بھی کچھ تجھ کو خبر ہے ساقی
محفلِ کیف تری زیروزبر ہے ساقی

جب سبھی کچھ ہے تو خیرات لٹا دے ساقی
چشمِ مخمور سے پھر جام پلادے ساقی

(اظہارِ عقیدت، ص: ۲۷: مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

آپ کے ان اشعار میں زبان وادب کی بھرپور رعایت، فکروتخیل کی شفافیت اور عشقِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حلاوت کو حد درجہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔

محمد ولی اللہ ماہ نامہ اشرفیہ میں شائع اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"علامہ ارشد القادری کے نعتیہ کلام کی وہ خصوصیت جو مجھے متأثر کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس میں تصنع زدہ رنگ زیادہ متأثر آمیزی کا شائبہ تک نہیں گزرتا۔ اس میں وہ عشق نہیں جو محض دکھاوے کا ہو، وہ تڑپ نہیں جو دل کی گہرائیوں سے نہ نکلی ہو۔ موصوف کی نعتوں کا سرمایہ کمیت ومقدار کے اعتبار سے کم سہی، لیکن کیفیت واثر آفرینی کے لحاظ سے کئی بھاری بھرکم دیوانوں پر بھاری ہے۔

یہ اقتباس ظاہراً مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے، مگر علامہ کے نعتیہ سرمایہ کا بہ غور مطالعہ وتجزیہ کیا جائے تو اس قتباس سے ایک حد تک اتفاق کیا جاسکتا ہے"۔

(ماہ نامہ اشرفیہ، شمارہ اگست ۲۰۲۳ء، ص: ۴۳)

بہ حیثیتِ شاعر آپ کی شخصیت عشقِ رسول ﷺ کی آئینہ دار تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا ایک ایک شعر کوثر و تسنیم میں دھلا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ آپ نے شعر و شاعری کے ذریعہ لاکھوں اور کروڑوں دلوں میں عشق و محبتِ رسول ﷺ کی جو شمع روشن کی ہے، وہ قیامت تک اہلِ ایمان کے قلوب کو منور کرتی رہے گی۔

آپ بحیثیتِ داعی و مبلغ:

آپ نے بے شمار دینی، دعوتی اور تبلیغی اسفار بھی فرمائے اور جہاں تشریف لے کر گیے وہاں لوگوں کے ایمان و عقیدے کو استحکام و دوام بخشا اور تنِ تنہا تشریف لے جاتے مگر آپ کی داعیانہ فکر و بصیرت سے متأثر ہو کر سیکڑوں کا قافلہ آپ کے ساتھ رواں دواں ہو جاتا۔ مجروح سلطان پوری بقول ؎

میں تو اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ آتے گیے کارواں بڑھتا گیا

آپ کی دعوت و تبلیغ میں بے انتہا خلوص پایا جاتا تھا، جس کے سبب لوگ دور دراز مقامات سے جوق در جوق آ کر آپ کی دعوت پر لبیک کہتے اور اگر کوئی بدعقیدہ ہوتا تو وہ اہلِ سنت و جماعت کو اپنا تا اور اگر بدمذہب ہوتا تو وہ دامنِ اسلام سے وابستہ ہو جاتا۔

مولانا بدر القادری مصباحی آپ کی دعوتی و تبلیغی مساعی کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''حضرت علامہ ارشد القادری مصباحی آپ اشرفیہ کے علمی کان کے انہیں درِّ مکنونہ

میں سے ایک ہیں۔ گویا ؎

جدھر پہونچا نئی دنیا بسالی
یہ دیوانہ تو دیوانہ نہیں ہے

ہندوستان میں جامعہ فیض العلوم جمشید پور۔ فیض العلوم ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ، ادارۂ شرعیہ پٹنہ بہار اور سیکڑوں چھوٹے بڑے مدارس اور انجمنیں جن کی فعال اور متحرک ذہنیت کا زندہ ثبوت ہیں۔

۱۹۷۲ء میں علامہ کا دوسرا سفر حج ایک اہم دینی و تبلیغی مرکز کے قیام کا سبب بن گیا جہاں مختلف مما لک کے نمائندوں کی موجودگی میں عالمی طور پر مسلمانوں میں پھیلی ہوئی مذہبی بے اعتدالی کے خلاف ایک اہم کنونیشن منعقد ہوا۔ علماے کرام نے اپنے اپنے انداز میں مذہبی بیداری اور دینی انقلاب پیدا کرنے کے لیے ایک عالمی ادارے کے قیام پر زور دیا''۔

(اشرفیہ کا ماضی اور حال، بدر القادری مصباحی، ص:۹۸)

اس سے علامہ کی داعیانہ کوششوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کس قدر دعوت و تبلیغ کے کاموں میں پیش پیش رہا کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ بھی مختلف مما لک میں آپ نے کئی ایسے محاذوں اور موقعوں پر اہلِ سنت و جماعت کی کامیاب نمائندگی کی اور دعوت و تبلیغ کے اہم فرائض کو بطریقِ احسن انجام دیا۔

آپ بحیثیتِ بانی ومؤسس:

آپ نے دین وسنیت کی ترویج واشاعت کے لیے ملک وبیرون ملک میں متعدد مساجد ومدارس، دینی تنظیمیں اورادارے قائم فرمائے، جو آپ کی تعمیری شخصیت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

آپ کی تعمیری ورفاہی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے مفتی عطاء المصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت علامہ نے تدریسی، تصنیفی اور بحث ومناظروں کی مصروفیات کے باوجود اندرون ملک وبیرون ملک میں بے شمار ادارے قائم فرمائے جو آپ ہی کا حصہ ہے۔ چند اداروں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ادارہ شرعیہ، پٹنہ بہار

(۲) مدرسہ اسلامی مرکز رانچی بہار

(۳) مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور بہار

(۴) مدرسہ مدینۃ الرسول کوڈرمہ بہار

(۵) دارالعلوم گلشن بغداد ہزاری باغ بہار

(۶) مدرسہ مظہر حسنات رام گڑھ، بہار

(۷) مدرسہ تنویر الاسلام ٹیلکو بہار

(۸) مدرسہ عزیز الاسلام جکسلائی بہار

(۹) جامعہ غوثیہ رضویہ پیر والی گلی سہارنپور یوپی

(۱۰) دارالعلوم رشیدیہ رضویہ بلیا، یوپی

(۱۱) جامعہ نظام الدین اولیاء نئی دہلی

(۱۲) جامعہ مدینۃ الاسلام ڈین ہاگ، ہالینڈ

(۱۳) اسلامک مشنری کالج بریڈ فورڈ برطانیہ

(۱۴) دارالعلوم علیمیہ، سوری نام امریکہ

اس کے علاوہ ملک و بیرون ملک میں تبلیغی و تنظیمی و دینی وثقافتی ادارے ومساجد قائم فرمائے ان میں عالمی شہرت یافتہ اور قابل فخر ادارے ورلڈ اسلامک مشن اور دعوت اسلامی بھی شامل ہیں اول الذکر ادارہ کی بنیاد مکہ مکرمہ کے دار ارقم میں رکھی گئی یہ وہی مقام ہے کہ جہاں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین قویم کی بنیاد رکھی تھی اور آخر الذکر (دعوت اسلامی) کی داغ بیل پاکستان کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم امجدیہ کراچی میں ڈالی گئی نیز حضرت علامہ کے عظیم کارناموں میں یہ کارنامے بھی ہیں کہ انہوں نے ملک و بیرون ملک میں بڑی بڑی کانفرنسوں کا انعقاد فرمایا۔

(تذکرہ رئیس القلم، از مفتی عطاء المصطفیٰ، ص: ۵)

تبلیغی ادارے:

ورلڈ اسلامک مشن (انگلینڈ) عالم گیر غیر سیاسی تحریک ''دعوت اسلامی'' کراچی (پاکستان)

مذہبی تنظیمیں:

دارائہ شرعیہ (پٹنہ، بہار) مسلم پرسنل لاء کانفرنس (سیوان، بہار) کل ہند مسلم متحدہ محاذ (رائے پور)

مساجد کا قیام:

فیض العلوم مکہ مسجد (جمشید پور)، نورانی مسجد (جمشید پور)، مسجد اہلِ سنت (کوڈرما)، مدینہ مسجد (جمشید پور)، قادری مسجد (بہارشریف)، مسجد مفتاح العلوم (راورکیلا)، مسجد غوثیہ (رانچی)، مدینہ مسجد (موسیٰ بنی)۔

جامعہ اشرفیہ کی تعمیر میں حصہ:

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی تاریخ اور اس کی تعمیر دینی وعلمی حلقے میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے ہزاروں علما وفضلا کا سیلِ رواں جاری ہوا، جس نے دنیا بھر میں دین ومسلک کی ترویج واشاعت میں وافر حصہ پیش کیا۔علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ بھی ان ہی فرزندانِ اشرفیہ میں سے ایک ہیں، جنہوں نے نہ صرف عالمی سطح پر اسلام وسنیت کی تبلیغ وترسیل کی بلکہ اشرفیہ کی تعمیر وبنا میں بھی بنیادی اور کلیدی کردار ادا فرمایا۔جامعہ اشرفیہ کی تعمیر وترقی میں آپ کی ہمہ جہت کوششوں کو آپ ہی کے اِس اقتباس کی روشنی میں ملاحظہ کریں:

”زمانۂ طالب علمی سے لے کر اب تک میں ہمیشہ جامعہ اشرفیہ کی تعمیر وترقی کے لیے کوشاں رہا اور حسب استطاعت مساعی کرتا رہا جس کی وجہ سے ہمیشہ حافظ ملت مجھ پر

حد درجہ کرم فرماتے تھے اور مجھے عزیز رکھتے تھے، اشرفیہ کے مجوزہ پروگرامات کے لیے خواہ عوامی ذہن سازی کا مسئلہ ہو، زمین کی خریداری کا ہو تعلیمی کانفرنس اور سنگ بنیاد کے انتظام وانصرام کا ہو، عوامی چندے کا عمارتوں کی تعمیر کا یا ادارہ کی دستور سازی کا، ہر کام کے لیے میں نے بڑھ چڑھ کر خدمات پیش کیں اور ادارہ کو ملکی سطح پر اہل سنت کا مرکزی ادارہ بنانے کے لیے ہمیشہ حافظ ملت کے ساتھ لگا رہا''۔

(ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی، ص: ۴۳)

اس کے علاوہ بھی اشرفیہ کے لیے دی گئی آپ کی قربانیاں بے شمار ہیں، جو آپ نے ہر موڑ اور محاذ پر پیش فرمایا اور اپنے مادرِ علمی کو شاہ راہِ ترقی پر گامزن کیا۔

ان کے علاوہ بھی دین وسنیت کے فروغ واستحکام کے لیے آپ نے انتھک سعی وکوشش فرمائی، یہاں تک کہ علما وفضلا کی ایک ایسی جماعت تیار کی جو دینی وعصری علوم وفنون اور مروجہ زبانوں سے لیس ہو کر ملکی وغیر ملکی سطح پر دینی، دعوتی اور تبلیغی خدمات بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں یورپ وامریکہ میں اہلِ سنت کی دعوتی سرگرمیوں کو قابلِ ذکر فروغ حاصل ہوا۔

وفات:

آپ تمام عمر دین وسنیت کی خدمت اور قوم وملت کی قیادت کرتے کرتے اِس قدر نحیف وناتواں ہو چکے تھے کہ مرض نے آگھیرا اور پھر طویل علالت کے بعد آخر کار ۱۵/صفر المظفر ۱۴۲۳ھ، مطابق ۲۹/اپریل ۲۰۰۲ء، بروزِ پیر داعیِ اجل کو لبیک کہا اور ہمیشہ کے لیے ابدی نیند سو گئے۔

آپ کا مزارِ پُرانوار فیض العلوم، جمشید پور کے جوار مین واقع ہے، جہاں ہر سال ۱۵ ر صفر المظفر کو نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ عرس منایا جاتا ہے، جس میں دینی و علمی عنوانات پر خطابات، نعت و مناقب اور ایصالِ ثواب کے ذریعہ آپ کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم علامہ کے چھوڑے ہوئے مشن کو آگے بڑھائیں جو آپ نے اپنی حیات مقدسہ میں شروع کیا تھا اور ان کے طریقۂ دعوت و تبلیغ کو اپناتے ہوئے دین وسنیت کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قائدِ اہلِ سنت کے نقوشِ راہ اور طریقۂ تبلیغ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہ منقبت دورانِ تعلیم ۲۰۱۴ء میں جامعہ حضرت نظام الدین اولیا میں لکھی گئی تھی، جو بعد میں شائع بھی ہوئی اور اہلِ ذوق کی ایک بڑی تعداد نے اسے پڑھ کر پسندیدگی کا اظہار بھی کیا۔ اب اسے افادۂ عام کے لیے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے:

منقبت در شان علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ

فکروفن کے تم ہو اِک میزان ارشد قادری
آپ کی ہے ذات عالی شان ارشد قادری

زندگی بھر اہل باطل کو کیا "زیروزبر"
اہلِ حق کی بن کے تم پہچان ارشد قادری

خیمۂ باطل میں تم سے "زلزلہ" پیدا ہوا
تھرتھرا تم سے اٹھے ایوان ارشد قادری

آپ کی بوئے قلم سے مہکے کتنے "لالہ زار"
ہو قلم کے ایسے تم گلدان ارشد قادری

عمر بھر کرتے رہے تبلیغِ دینِ مصطفیٰ
بن کے حق کی مشعلِ عرفان ارشد قادری

آپ کے خوابوں کی اک تعبیر ہے یہ جامعہ
اس پہ ہو نگہ کرم ہر آن ارشد قادری

ہر کسی کے لب پہ ہے بس قائدِ اہلِ سنن
ہو سبھی تم سنیوں کی جان ارشد قادری

ہاں! سنور جائے گی قسمت محسنؔ ناچیز کی
ہوگا اس پہ جس گھڑی فیضان ارشد قادری

نتیجۂ فکر:
محسن رضا ضیائی، پونے
۱۴ر صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

ماٰخذ و مراجع

(۱) ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی، از خوشتر نورانی

(۲) جامع نور کا رئیس القلم نمبر ۲۰۰۲ء

(۳) علامہ ارشد القادری کی ایک ولولہ انگیز تقریر، مکتبۂ جام نور

(۴) عرفانِ مذہب و مسلک، اشاعتِ جدید مع اضافۂ مفید

(۵) بزبانِ حکایت، ڈاکٹر غلام زرقانی

(۶) فغانِ درویش، از داکٹر خوشتر نورانی

(۷) شخصیات، از علامہ ارشد القادری، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز

(۸) تذکرۂ رئیس القلم، از مفتی عطاء المصطفیٰ، پاکستان

(۹) جامِ نور، شمارہ فروری ۱۹۶۹ء

(۱۰) اظہارِ عقیدت، از علامہ ارشد القادری، مطبوعہ ضیاء القرآن، لاہور

(۱۱) ماہ نامہ اشرفیہ، شمارہ اگست ۲۰۲۳ء

(۱۲) اشرفیہ کا ماضی اور حال، از علامہ بدر القادری مصباحی

”جی چاہتا ہے کہ آج کھل کر اہل سنت کے عوام و خواص کو اپنے درد و کرب کا نالۂ شب گیر سناؤں۔ آنکھوں کی نیند اگر اڑ جائے تو مجھے معذور رکھیں گے۔ یوں بھی چوٹ کھائے ہوئے انسان سے درد کی بیتابی کے سوا اور کسی بات کی توقع بھی نہیں رکھنی چاہیے۔

ایک عرصہ سے چیخ رہا ہوں کہ زندہ رہنا ہے تو سوچنے اور برتنے کا انداز بدلنا ہوگا۔ فولاد کی تلوار کا زمانہ ختم ہو گیا اب قلم کی تلوار سے معرکہ سر کیے جا رہے ہیں۔ پہلے کسی محدود رقبے میں کفر و ضلالت کی اشاعت کے لیے سالہا سال کی مدت درکار ہوتی تھی اور اب پریس کی بدولت صرف گھنٹوں میں شقاوتوں کا ایک عالم گیر سیلاب امنڈ سکتا ہے۔

ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھیے! آج ہندوستان کا ہر فرد قلم کی توانائی اور پریس کے وسائل سے کتنا مسلح ہو چکا ہے۔ اتنا مسلح کہ اس کی یلغار سے ہمارے دین کی سلامتی خطرے سے دو چار ہوتی جا رہی ہے۔

بلکہ میں بعض ایسی بھی جماعتوں کی نشاندہی کر سکتا ہوں جن کے وجود کا کوئی سر رشتہ ماضی میں نہیں ملتا لیکن اس اجنبیت کے باوجود صرف قلم کے وسائل کے بل پر وہ روے زمین پر طوفانوں کی طرح پھیلتی جا رہی ہیں اور ان کا اجنبی لٹریچر سیکڑوں برس کی قابل اعتماد تصنیفات کو نہایت تیزی کے ساتھ پیچھے چھوڑتا جا رہا ہے۔ فکری استحکام کے بغیر کوئی جماعت بھی طوفان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(جام نور، فروری ۱۹۶۹ء)

Published By:

ZIYAI MISSION, PUNE

Lohiya Nagar, Ganj Peth,Pune - 411042

Mob:- 9921934812/9545149395

E-mail :- mohsinrazaziyai@gmail.com